

# محسن انسانیت

(سلسلہ گذشتہ)

## (نغمہ صدیقی)

یہ جو وہ کاشانیلا کی طرزِ عمل | یہ تو معلوم عام حقیقت ہے کہ مدینہ کے محد و فرائع و وسائل پر جب مہاجرین کی معذخروں آبادی کا بار پڑنے لگا اور بے سہارا بے سہارا لوگ اپنی معاشی زندگی کی تعمیر نو میں آکر لگے تو تحریک کے بیشتر کارکنوں پر عالم فقر و فاقہ چھا گیا۔ اس امتحان فقر و فاقہ میں خود تحریک کا لیڈر اور اس کے گھر کے لوگ سب عام ساتھیوں کے ساتھ برابر کے شریک تھے، بلکہ آزمائش میں سے زیادہ حصہ محسن انسانیت کو ملا۔ مصیبت کبھی تنہا نہیں آتی، فقر و فاقہ کی صبر آزمائیوں کو مہاجرین کی بیماری نے دوگنا کر دیا۔ نئی آب و ہوا باہر سے آنے والوں کو راس نہ آئی اور یکے بعد دیگرے سچائی کے نظام کے سپاہی بیمار ہونے لگے۔ بخار کی ایک وبا پھیل گئی اور یہ بخار بڑا بٹیلہ اور موزی ثابت ہوا۔ ناقص غذا کے ساتھ اس نئی بلاتے جس کو نشا نہ بنایا اس کو ہڈیوں کا ڈھانچ بنا کے چھوڑا۔ لوگ معاشی تگ و دو کے قابل نہ رہے۔ ایک طرف تحریک کا سفینہ مشکلات اور مخالفتوں کے نت نئے گردابوں سے دوچار تھا۔ نوخیز اسلامی ریاست ہر پہلو سے محتاج تعمیر تھی، اندرونی اور بیرونی دشمنوں سے طرح طرح کے خطرات تھے۔ افراد کار صاحب فراش ہو رہے تھے اور پیٹ بھرنے کو روٹی اور تن ڈھانکنے کو کپڑے کا پورا پورا انتظام نہ تھا۔ اس مرحلے کو چھوٹی سی انقلابی پارٹی نے جس طاقت کے بل پر پار کیا وہ ایمان باللہ، مقصد کی محبت اور باہمی جذبہ اخوت کی طاقت تھی۔ دراصل بڑے بڑے تاریخی کارنامے انجام دینے والے افراد اور تنظیموں کی مرکزی طاقت ہوتی ہے، ایمان اور اخوت؛ اسی طاقت نے مخیفوں کو قوی بنائے رکھا اور اسی طاقت نے فرائع و وسائل کی کمی کے اثرات کو کم سے کم کر دیا۔ تاہم ناسازگار حالات کے خلاف جو کچھ جدوجہد ہو رہی تھی اسے اس وبائے عام نے بہت کمزور کر دیا اور اس دوران میں

یہ چرچا بھی ہونے لگا کہ مدینہ کے یہودیوں نے جاو کر دیا ہے اور اب مسلمان نپت نہیں سکیں گے۔ حالات کیسے سنگین تھے، آئیے، اس کا اندازہ کرنے کے لیے محسن انسانیت کے چند رفقاءے کا رسے بیٹے، یہ دیکھیے، سیدنا حضرت ابو بکرؓ ہیں۔ بسترِ مرض پر مارے کرب کے تڑپ رہے ہیں۔ اور ایک شعر میں اپنے ولی اضطراب کا اظہار کر رہے ہیں :-

کل امری مصبح فی اہلہ والموت ادنی من شرک نعلہ

حالت یہ ہے کہ اپنے لیے موت کو جوتی کے قسم سے بھی زیادہ قریب پارہے ہیں۔

اور ادھر ملاحظہ فرمائیے، یہ سیدنا بلالؓ ہیں۔ کہوٹیں لے رہے ہیں اور درو بھری لے میں لاپ

رہے ہیں :-

الالیت شعری هل ابیتن لیلۃ بواہ و حولی اذ خسر و جلیل

رہل اردن بو ما میاہ مجنۃ و هل یبدو نلی شامۃ و طفیل ؛

یہ مکہ کی دادیوں اور چٹھوں اور پہاڑیوں کی یاد تازہ کی جا رہی ہے۔ اس فادی میں ایک رات گزار لینے کی حسرت کا اظہار ہے جس میں اذخر اور جلیل نام کی گھاسیں اگتی ہیں۔ اور ہاں، مجنہ کے پختے کا پانی پینے اور شامہ اور طفیل نامی پہاڑیوں کا منظر دیکھنے کے ارمان ابلے چلے آ رہے ہیں۔

اور آئیے، ملاحظہ فرمائیے، یہ عامرؓ ہیں۔ لبوں پر کیا ہی بیتاب کن شعر قصاں ہے :-

انی وحدث الموت قبل ذوقہ ان الجبان حشفہ من فرقہ

ان کے ابتلائے بدن کا عالم یہ ہے کہ موت کے آنے سے پہلے موت کی آہٹ سن رہے ہیں۔

پھر یہ ہیں حضرت شداؤ۔ رسول اللہؐ اپنے اس رفیق کی عیادت کے لیے تشریف لاتے ہیں۔ مریض

بے قرار کہتا ہے کہ اگر بلحان کا پانی پی لیتا تو اچھا ہو جاتا۔ رسول فرماتے ہیں کہ چلے جاؤ، کون روکتا ہے

مریض کہتا ہے، "ہجرت؟" رسول تسلی کے لیے فرماتے ہیں کہ "چلے جاؤ، تم جہاں بھی ہو گے، وہاں

ہی رہو گے!"

صلح حدیبیہ پر جب مسلمان کد گئے تو ان کے بدن بار بار کی علانوں نے ایسے چور چور کر دیئے

ہوتے تھے کہ اہل مکہ کی طرف سے طعنے دیئے گئے کہ اور جاؤ نامدنیہ! اپنی طعنوں کا رد عمل تھا کہ رسول اللہ کے ارشاد کے تحت مسلمان اکڑا کر چلتے تھے۔

اپنی حالات کی بنا پر حضور فرماتے تھے کہ ان شان الحجۃ لشدید، یعنی ہجرت کا معاملہ بڑا سنگین ہے، کوئی کھیل نہیں! اس سلسلے میں ایک وحیپ واقعہ پیش آیا، ایک بدو نے آکر سرورِ عالم کے ہاتھ پر بیعت کی، لیکن مدینہ میں آتے ہی بخار نے آیا، اس نے اس کو اسلام کی بدشگونی قرار دیا اور ہزاروں کے بیعت ختم کرائی اور چلا گیا۔ اس واقعہ پر حضور نے فرمایا کہ مدینہ سنار کی بھٹی کی مانند ہے کہ کھوٹ میل کو اگل دیتی ہے اور ذرہ خالص کو انگ کر لیتی ہے (بخاری) یعنی تحریکوں کے کاہل عظیم کے لیے جو لوگ اٹھتے ہیں ان کو قدم قدم پر ایسے مراحل ابتلا پیش آتے ہیں کہ جن کو پارو ہی کرتا ہے جس کے پاس ایمان کا زبرِ کامل عیار موجود ہو، کھوٹا مال کسی نہ کسی مرحلے میں انگ ہو جاتا ہے۔ سو مدینہ کا یہ مرحلہ ابتلا سنار کی بھٹی کا سا کام کر رہا تھا۔

یہی دور تھا جبکہ حضور سرورِ عالم نے اللہ تعالیٰ سے گڑگڑا کر دعائی کہ "اے اللہ! ہمارے لیے بیڑہ کو ویسا ہی دلکش بنا دے جیسے مکہ کو بنایا تھا، یا اس سے بھی زیادہ۔ اور ہمارے لیے اس کے پناؤں د یعنی نخلے اور پیداوار میں برکت عطا فرما، اور اس پر آئی ہوئی وبا کو مہیعدہ (میتات) اہل قمام) کی جانب منتقل کر دے۔"

دوسری طرف عالمِ مقرر و فاتحہ کی کیفیت حد درجہ تشویشناک تھی۔ نبی جبکہ اگر معاشی زندگی کی نیوڈان اور پھر اس میں کسبِ حلال کا اہتمام کرنا اور وہ بھی اس عالم میں جبکہ ایک تحریک لمحہ لمحہ انفاقِ مال کے مطالبات لیے سامنے کھڑی ہو، اسے حالات میں جو ابتلا پیش آسکتا ہے وہ ظاہر ہے۔ علمبردارانِ حق پر جو کچھ گزری اس کی دردناک روداد سے تاریخ، میرت اور احادیث کے ذخائر بھرے ٹیس میں حضرت ابو طلحہ اس دورِ ابتلا کا حال یوں بیان کرتے ہیں کہ ہم لوگ بھوک کی مصیبت میں کھل کھل کر

۱۰۰ صحابہ از مولانا عبدالسلام ندوی ص ۲۰۳

کہ میرت ابن ہشام ج ۲ ص ۲۳۹

جب تنگ آگئے تو سہارا حاصل کرنے کے لیے سرورِ عالم کی خدمت میں پہنچے۔ حال بیان کیا اور پیٹنے کھول کر دکھائے کہ کئی روز کے فلفے کی وجہ سے (معدے میں ہونے والی ایک خاص جلن کو روکنے کے لیے) پتھر باندھ رکھے تھے۔ اس پر تاریخ کی اس عظیم قوی شخصیت نے اپنے پیٹ سے کپڑا اٹھا کر دکھایا کہ ایک نہیں، دو دو پتھر بندھے تھے۔ اس منظر کو دیکھ کر اپنا دکھرا بیان کرنے والوں کی تسلی ہو گئی۔

ایک مرتبہ اسی حال میں حضرت ابو بکر بے وقت آئے اور چاہا کہ تسکین حاصل کرنے کے لیے اپنی تکلیف بیان کریں، مگر پھر نیال بڑا کہ اس سے قائدِ اسلام کو خواہ مخواہ مزید پریشانی ہوگی۔ تھوڑی دیر میں حضرت عمر بھی آ پہنچے۔ وہ بھی اسی امتحان کا شکار تھے۔ باعدیث آمد پر پچھا گیا تو انہوں نے صاف صاف عرض کیا کہ بھوک کے مارے بنیاب ہوں۔ حضور نے یہ سنا تو فرمایا کہ میرا بھی حال کچھ ایسا ہے۔ طے پایا کہ اپنے رفیقِ مقصد ابو اہیشم کے ہاں چلیں۔ ابو اہیشم باغات کے مالک اور خوش حال تھے۔ تینوں اپنے رفیق کے ہاں پہنچے تو وہ بچارے خادم نہ ہونے کے سبب خود ہی پانی لینے گئے ہوئے تھے۔ آئے تو فرطِ مسرت سے لپٹ گئے۔ پھر باغ میں سے جا کر دسترخوان پچھایا اور کھجوریں توڑ کر حاضر کیں۔ کھجوریں کھا کر ان فاتحہ کشانِ راہِ حق نے ٹھنڈا پانی پیا اور خدا کا شکر ادا کرتے اور ابو اہیشم کے لیے دعائے خیر کرتے واپس ہوئے۔

سعد بن ابی وقاص نے ایک موقع پر بیان کیا کہ تحریکِ محمدیہ کا میں ہی وہ رکن ہوں جس کے ہاتھ سے ایک دشمنِ حق کا پہلا خون گرا، میں ہی ہوں جس نے جہاد میں اولین تیر پھینکا۔ ہم لوگوں نے ایسی حالت میں جہاد کیا ہے کہ ہم درختوں کے پتے اور لیکر کی چھلیاں کھایا کرتے تھے اور اس وجہ سے منہ کے کنارے زخمی ہو جاتے تھے اور اجابت اور ٹوٹوں اور بکریوں کی مینگنیوں کی شکل اختیار کر جاتی تھی۔

حضور کے رفیقِ خاص حضرت ابو ہریرہ کا بیان ہے کہ ".... ایک وہ زمانہ تھا کہ جب میں منبرِ نبوی اور حضرت عائشہ کے حجرہ کے درمیان بھوک اور فاقہ کی شدت کے مارے پہنوش پڑتا ہوتا تھا اور لوگ

۱۰۰ شمائل ترمذی۔ باب ماجاء فی عیش النبی۔ ۱۰۰ ایضاً

۱۰۰ ایضاً متقولہ ذرا بعد کے قدر سے متعلق ہے بلکہ اس سے مزید میں پیش آمدہ معاشی ابتلاء کا عمومی اندازہ ہوتا ہے۔ یہ واقعہ

سورہ خبطہ جو باخلاف اقوال مسند یا مسند میں ہے، کا واقعہ ہے۔

مجھ کو جنوں زدہ سمجھ کر (بطور علاج) پاؤں سے میری گردن دبا لیتے تھے، حالانکہ مجھے جنون نہیں ہوتا تھا، وہ محض بھوک کا عالم ہوتا تھا۔ حضرت ابو ہریرہؓ ہی کا بیان کردہ ایک واقعہ یہ بھی ہے کہ آپ حضرت عمرؓ کے ساتھ ساتھ چلے جا رہے تھے اور کسی آیت کا مفہوم زیر بحث تھا، باتیں کہتے کہتے اور ساتھ چلتے چلتے یکایک حضرت ابو ہریرہؓ بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ فاتحہ کشی نے نوبت یہاں تک پہنچا دی تھی۔

اس عالم میں حضورؐ اگرچہ بیت المال میں آنے والی دولت کو ساتھ کے ساتھ رفقا کو سنبھالنے کے لیے صرف کرتے تھے مگر دائرہ صرف اتنا وسیع تھا کہ بیت المال کی آمدنیاں اور انصار اور خوشحال ہاجرین کے فراخ دلانہ انفرادی صدقات بدرجہ ادنیٰ بھی کافی نہ ہوتے تھے۔ علم قباۃ زدہ ہاجرین کے ساتھ ساتھ اصحابِ صفہ کا مستقل دارالافتادہ ضرورت مند تھا، مہمان آتے تھے، بدوی لوگ وقتاً فوقتاً اسلام لانے، زیارت کرنے اور احکام معلوم کرنے آتے، سائل آکر سوال کرتے، اور مسلسل نئے ہاجرین کی آمد رہتی۔ ان حالات میں بیت المال بچار بھی کیا کر سکتا تھا۔ جب رفقا اور اہلِ حاجت کی ضرورت کا دباؤ شدید ہوتا تو قباۃ تھریک یا تو اعانت کے لیے اپیل کر دیتے اور لوگ جزیہ صادق سے اپنا مال بچھڑ دیتے، یا پھر قرض لینا پڑتا۔ قرض اپنی جماعت کے اندر سے کچھ زیادہ مل نہ سکتا تھا، لہذا یہودی مالداروں کی طرف رجوع کرنا پڑتا تھا۔ یہودیوں کا حال یہ تھا کہ یہ لوگ پکتے ہاجرین اور سود خوار تھے اور ان کے سودی جال تمام علاقے میں پھیلے ہوئے تھے۔ لیکن محمدؐ اور آپؐ کے ساتھیوں کو وہ جس غرض سے قرض دیتے تھے وہ سود سے زیادہ بڑی چیز تھی۔ وہ یہ تھی کہ روپے اور احسان داری کے زور سے ان پر قابو پایا جائے اور اس ذہنیت کے ساتھ وہ قرض خواہی میں بالکل شائیلہ کی ذہنیت کا مظاہرہ کرتے اور توہین و تذلیل پر اتر آتے۔ یہی حال مشرکین کا تھا۔ اس تلخ تجربے سے خود سرورِ عالم کو بھی گزرتا پڑا اور آپؐ کے ساتھیوں کو بھی۔ بہت سارے واقعات سیرت اور تاریخ کی کتابوں میں مذکور ہیں۔ آہ! دنیا کی بھلائی کے لیے زندگیوں کی بازی لگا دینے والوں نے یہ سب کچھ بھی بھگتا، مگر اس مفلوک الحالی پر بھی اپنے ایمان اور مقصد کے بارے میں تحریک کے سپاہیوں میں کوئی تزلزل نہیں آیا۔

۱۷۰ شامل ترمذی۔ باب ماجاء فی عیش رسول اللہ ﷺ۔

محسن انسانیت نے اپنے قریبی رفیق اور ذاتی نائب حضرت بلالؓ کو حکم دے رکھا تھا کہ تحریک اور اس کے سپاہیوں کی ضروریات پر وہ آمدنیوں کو بے حد بیع صرف کریں۔ حضرت بلالؓ اسی طریق کار پر کاربند رہتے تھے۔ ایک مرتبہ کوڑے ہزار روپے کی رقم آئی اور ایک بوردیٹے پر ڈھیر لگا دی گئی۔ وہیں بیٹھے بیٹھے موزیہ عالم نے اسے مزورت مندوں میں تقسیم کرادیا اور ایک حسب باقی نہ رہا۔ تقسیم ہو چکنے کے بعد ایک سائل آگیا تو اس کے لیے قرض لینے کا حکم دیا۔ حضرت ابو ہریرہؓ کا بیان ہے کہ کسی موقع پر سیدنا بلالؓ کے سامنے کھجوروں کا ایک ڈھیر لگا پڑا تھا۔ حضورؐ نے دریافت کیا یہ کیسا مال ہے؟ سیدنا بلالؓ نے عرض کیا کہ اسے مستقبل کی ناویدہ ضرورتوں کے لیے روک رکھنے کا ارادہ ہے۔ فرمایا، کیا تم نچنت ہو گئے ہو کہ کل قیامت کے دن کہیں اس مال کو یوں روک رکھنے کے بدلے جہنم کا دھواں تم تک پہنچے۔ خرچ کرو اسے بلالؓ! اور نخت اقتدار کے مالک کی طرف سے کمی کا اندیشہ نہ کرو۔ حضرت بلالؓ ہی کا بیان ہے کہ مدینہ کا ایک مشرک ان کے پاس آیا اور خود پیشکش کی کہ میرے پاس وافر مال موجود ہے، جب ضرورت ہو مجھ سے لے لیا کریں۔ چنانچہ حضرت بلالؓ نے قرض لینا شروع کر دیا۔ یکایک ایک دن ایسا ہوا کہ حضرت بلالؓ وضو کر کے اذان کہنے کی تیاری میں تھے کہ وہ جہاں اپنے ساتھ کچھ اور کاروباریوں کو لیے ہوئے آیا اور چلایا کہ "او حبشی! حضرت بلالؓ اس کے پاس گئے۔ وہ بہت گرم ہوا اور بُرا بھلا کہنے لگا اور انتباہ دیا کہ ہبیینہ ختم ہونے کو ہے۔ اگر قرضہ وقت پر ادا نہ کیا تو عرب کے جاہلی طریقے کے مطابق، تم کو غلام بنا لوں گا اور تمہارا وہی حال ہو گا جو پہلے تھا۔ حضرت بلالؓ بیان کرتے ہیں کہ اس فیصلے سے مجھ پر وہی کچھ گزری جو ایسے عالم میں ہر شریف آدمی پر گزرتی ہے۔ سیدنا بلالؓ عشا کی نماز کے بعد اپنا دیکھرا سنانے محسن انسانیتؐ کی خدمت میں پہنچے اور ادبگی کی کوئی تدبیر نہ پا کر دوپوش ہو جانے کا ارادہ ظاہر کیا اور کہا کہ جب قرض ادا کرنے کا کچھ انتظام ہو جائے گا تو میں واپس آ جاؤں گا۔ لیکن پیشتر اس کے کہ حضرت بلالؓ اپنے ارادے کو عمل میں لاتے، اگلی ہی صبح محسن انسانیتؐ کی طرف سے بلوا آیا حاضر ہوئے تو دیکھا کہ حاکم فدک کی طرف سے سامان سے لدی ہوئی چار اونٹنیاں ہدیہ کھڑی ہیں۔ قرض خواہ کو بلا کر حساب بے باقی کر دیا گیا اور بقیہ مال حسب معمول مستحقین میں تقسیم کر دیا گیا۔

اسلامی تحریک کے ایک سپاہی ابو سعید اسلمی ایک یہودی کے مقروض ہو گئے۔ لیکن ادائیگی کیلئے وہ بجز تن کے کپڑوں کے اور کوئی چیز نہ رکھتے تھے۔ ابو سعید نے یہودی سے مزید مہلت طلب کی لیکن اس کی شایلا کی فدا بھی مہلت دینے پر تیار نہ تھی۔ وہ ابو سعید کو پکڑ کر آنحضرت کے سامنے لے آیا اور اپنا مطالبہ پیش کیا۔ حضور نے ابو سعید کو ادائیگی کیلئے کہا۔ انہوں نے اپنے حالات سامنے رکھ کر عذر کیا۔ لیکن یہودی قرض خواہ کی غیر انسانی ذہنیت کے پیش نظر آپ نے اصرار کیا کہ جیسے بن پڑے۔ ادائیگی کرو۔ انہوں نے بھرگذاش کی کہ غزوہ خیبر سامنے ہے، شاید وہاں سے لوٹ کر آنے پر کوئی صورت حل نکل آئے۔ حضور نے پھر بہ شدت اس بلا سے نجات پانے کا حکم دیا۔ چنانچہ وہ یہودی ابو سعید کا تہ بندے کر ملا اور اس مرد حق کو اپنا عمامہ اتار کر کمر سے پٹینا پڑا۔ ذرا قرضہ کی رقم کی مقدار کا اندازہ کیجیے اور اس پر یہودی قرض خواہ کا اصرار دیکھیے۔ اور پھر اس ظالمانہ وصولی کا تصور کیجیے کہ اپنے مقروض کے تن کا کپڑا اتروا کے دم لیا۔

حضرت حائبر بن عبد اللہ اسلامی تحریک کی ایک اور بزرگ ترین ہستی ہیں۔ یہ مدینہ کے رہنے والے تھے اور خاصے خوشحال تھے۔ پھر بھی حالات و ضروریات کے تحت ایک یہودی ہبا جن سے وقتاً فوقتاً قرض لینے پر مجبور ہو جاتے۔ ایک سال اتفاق سے کھجوروں پر پوری طرح پھل نہ آیا اور قرضہ مقررہ وقت پر ادا نہ ہو سکا۔ یہودی ہبا جن سے یہ مشکل اگلی فصل تک کے لیے مہلت مانگی۔ اگلی مرتبہ پھر فصل خراب ہوئی۔ مزید مہلت دینے سے ہبا جن نے انکار کر دیا۔ آخر جابر بھی اپنی رام کہانی سنانے اپنے آقا کی خدمت میں پہنچے۔ حضور چند رقتاؤ کو ساتھ لے کر یہودی کے گھر تشریف لے گئے اور اس سے اپیل کی کہ وہ جابر کو مہلت دے دے۔ اس نے انکار کیا۔ حضور تھوڑی دیر کے لیے ادھر ادھر گھومے اور ایک بار پھر آکر اس سے گفتگو کی۔ لیکن پھر کو کسی طرف سے چونک نہ لگ سکی۔ پھر تھوڑی دیر کے لیے آپ سو گئے۔ جاگے تو پھر جا کر وہی ذکر چھڑا۔ مگر وہ ظالم نہ پسچا۔ آخر کار آپ جابر کی کھجوروں کے جھنڈ میں جا کر کھڑے ہوئے اور ان سے فرمایا کہ کھجوری توڑو۔ کھجوریں توڑی گئیں تو توخ سے بہت زیادہ نکلیں۔ قرضہ

بھی ادا ہو گیا اور خاصی مقدار بھی بچ رہی ہے۔

حضور کی ایک ذاتی زرہ ایک یہودی قرض خواہ کے پاس رہن تھی۔ آخر دم تک آپ کے پاس اس کو فلک کرانے کے لیے اندوختہ نہ ہو سکا۔

ایک مرتبہ سرور عالم سے ایک بدوی قرض خواہ مطالبہ کرنے آیا۔ اپنے بدویانہ مزاج کے مطابق اس نے نہایت تندی سے گفتگو کی۔ رقعائے نبوت نے اسے احساس دلایا کہ تم دیکھتے نہیں کہ کس معنی سے ہم کلام ہو۔ وہ کہنے لگا کہ میں تو اپنا حق طلب کر رہا ہوں۔ حضور اپنے رفقاء کو فرماتے ہیں کہ تم لوگوں کو اس کی حمایت کرنی چاہیے کیونکہ یہ اس کا حق ہے۔ پھر اس کا حساب بے باق کرتے کا حکم دیا اور اس کے حق سے کچھ زیادہ دلوا دیا۔

زید بن سعنے کا دلچسپ واقعہ ان حالات پر مزید روشنی ڈالتا ہے۔ یہ یہودی عالم تھے اور یا منڈاری سے محسن انسانیت کے دعوئے نبوت کا جائزہ مختلف علامات کی روشنی میں لے رہے تھے۔ ان کا بیان ہے کہ ایک بدو آیا اور حضور سے آکر ملا۔ اس نے بیان کیا کہ میری قوم مسلمان ہو چکی ہے اور میں نے ان کو دعوت دیتے ہوئے کہا تھا کہ تم اگر اسلام لاؤ گے تو اللہ تعالیٰ تم کو پھر پورے رزق دے گا۔ لیکن بدقسمتی سے اٹا تھپڑ گیا ہے۔ اب اگر ان کو سہارا نہ ہم پہنچایا جائے تو اندیشہ ہے کہ وہ اسلام سے برگشتہ ہو جائیں گے۔ حضور نے حضرت علیؓ کی طرف مستفسرانہ نگاہ سے دیکھا۔ انہوں نے عرض کیا کہ فی الوقت کچھ بھی موجود نہیں ہے۔ زید بن سعنے نے پیشکش کی کہ مجھ سے۔ ہر مقال سونلے لیں اور اس کے عوض میں وقت معین پر لکھو میں دے دیں۔ معاملہ طے ہو گیا اور حضور نے سونلے کر بدوی کے حوالے کر دیا۔ زید بن سعنے کا بیان ہے کہ مقررہ میعاد میں جب دو تین دن باقی رہ گئے تو وہ حضور سے ایسے عالم میں دوچار ہوئے کہ آپ اپنے چند رقعائے سمیت کسی کے جنازے کی نماز سے فارغ ہو کر ایک دیوار کے پاس تشریف فرما تھے۔ زید نے حضور کے کرتے اور چادر کے پلوؤں کو کھینچتے ہوئے نہایت ترش روئی سے کہا کہ "اے محمد! میرا قرضہ ادا نہیں کرتے! خدا کی قسم میں تم سب اولاد عبدالمطلب کو خوب جانتا ہوں کہ پکے نادہند ہو۔" حضرت عمرؓ نے زید کو گرم نگاہوں



سے گھور لو کہ کیا کہ او خدا کے دشمن! کیا جتنا ہے! خدا کی قسم اگر مجھے (مصور سے) اندیشہ نہ ہوتا تو تیری گردن اڑا دیتا۔ محسن انسانیت نے حضرت عمر کو سمجھایا کہ ایسے موقع پر آپ کو یہ چاہیے کہ ایک طرف مجھے حسن و خوبی سے ادا کرنے کی تلقین کرتے، دوسری طرف شخص کو مطالبہ کرنے کے بہتر طریقہ کی نصیحت کرتے۔ پھر فرمایا کہ اب جاؤ اور جا کر اس کا حساب ادا کرو اور ڈانٹنے کے بدلے میں بیس صلح (مدینہ) کا ایک معروف پیمانہ (گھوڑیں مزید دو۔

یہ دراصل زید بن سحہ کی طرف سے صاحب نبوت کا آخری امتحان تھا۔ حضرت عمرؓ سے اپنا تعارف کرایا اور ان کو گواہ بنا کر اسلام قبول کیا اور اپنا آدھا مال ملت اسلامیہ پر صدقہ کر دیا۔ یہ زید یہودی جہا جنوں کی صف سے بالکل الگ اپنا مقام بلند رکھتے ہیں، لیکن ان کے واقعہ سے بھی یہ ضرور واضح ہو جاتا ہے کہ مدینہ میں تحریک اور اس کے افراد کی مالی مشکلات کس درجے کی تھیں اور ان کے زیر اثر آٹھ دن قرض اٹھانا پڑتا تھا اور قرض خواہوں کی طرف سے سختیاں برداشت کرنی پڑی تھیں۔

یہود اور مالدار مشرکین نے ایک طرف تو یہ جہا جنی محاذ تحریک اسلامی کے خلاف کھول رکھا تھا، دوسری طرف وہ ایک اور جہم میں بھی مصروف تھے۔ وہ یہ تھی کہ لوگوں کو "انفاق فی سبیل اللہ" سے روکا جائے تاکہ تحریک مالی کمزوری کی وجہ سے سوکھ سوکھ کر ختم ہو جائے۔ اس مقصد کے لیے ایک تو وہ ترغیب انفاق کی آیات کا مذاق اڑاتے تھے کہ لوجی، مسلمانوں کا خدا بھی دیوالیہ ہو کہ قرض مانگنے نکل کھڑا ہوا ہے۔ کبھی کہتے کہ اسلامی تحریک کے خدا کا ہاتھ بند ہے۔ یہ باتیں یہودیوں سے چل کر منافقین کی زبانوں پر چڑھ جاتیں اور پوری فتنہ کو غبار آلود کرتی ہیں۔ دوسری طرف وہ انفاق کرنے والوں سے مل کر کہتے کہ دیکھو کیوں اپنا مال غارت کر رہے ہو، مکہ کے چند کنگالوں کو کھلا پلا کر تم کیا حاصل کرو گے۔ اپنے بال بچوں کی خدمت کرو، کاروبار چلاؤ، آخر مال کا یہ کیا اجتماع صرف تم نے ڈھونڈا ہے۔ اس جہم کو چلانے پہود اور منافقین ہی کے بارے میں قرآن نے کہا کہ یا مژدہ الناس بالبخل یعنی یہ لوگوں کو کج سوسلی کی تعلیم دیتے ہیں۔ ان میں بخل میں کزوم بن قیس (عسب بن اثرفنہ

کا حلیف) ، اسامہ بن جبیب ، نافع بن ابی نافع ، بخرتی بن عمرو ، جھیتی بن انخطب اور رفاعہ بن زید بن تابوت نامور اور سربراہ اور وہ سفراء تھے۔ یہ انصاء کے پاس آکر بیٹھے اور ان سے ناصحانہ انداز میں کہا کرتے "اپنے مال یوں نہ اٹھاؤ، یہ یوں جائیگا تو ہمیں تمہارے مفدک الحال ہو جانے کا اندیشہ ہے، سو تم دتحریک اسلامی پر، خرچ کرنے میں اتنی تیزی نہ دکھاؤ، تمہیں کچھ سدھ بدھ نہیں کہ حالات کیا ہو جائیں گے پھر یہود کے پانچویں کالم کے کارندوں میں یہ سرگوشیاں ہوتی تھیں کہ رسول اللہ کے ساتھیوں پر مال خرچ کرنے سے باز آجاؤ: تا آنکہ یہ سب چھٹ چھٹا جائیں" (قرآن - سورہ منافقون - آیت ۷)

کتنی دور اندیشاں حکیم تھی۔ یعنی ایک طرف سے جذبہ انفاق کے سرچشمے کو بند کر دیا جائے اور دوسری طرف مہاجن بن کر اپنے شائیلہ کی پنجے کی گرفت تحرک اسلامی کی گردن پر تسی جلے۔ حکیم کامیاب ہو جاتی تو ایمان و استدلال اور عمل و کردار کے میدان میں مقابلہ کیے بغیر سر پر منڈلاتے ہوئے انقلاب کو شکست دی جاسکتی تھی۔ مگر معاملہ ایک خدائے مانا و مینا اور ایک حاکم قادر و توانا سے تھا۔ اس کی گہری چالوں نے دشمنان حق کی چالوں کو شکست دے دی۔

اس دوستان میں دیکھنے کی چیز محسن انسانیت اور تحرک حق کے پروردہ سپاہیوں کا وہ صابرانہ کردار ہے جو مخالفین کی ظالمانہ اور گھٹیا حرکات کے جواب میں نمودار ہوا۔ انسانیت کا وہ کیسا اعلیٰ نمونہ تھا جس نے اخلاقی غلو کا دامن سخت مایوس کن اور اذیت دینے والے حالات میں بھی نہ چھوڑا۔

یہود کا پیدا کردہ پانچواں کالم | تاریخ انسانی کے صد ہا تجربات اس حقیقت کی شہادت دیتے ہیں کہ اخلاص کی روح اپنے اندر لیے جب کبھی کوئی دعوت خیر و نلاح فاتحانہ اقدام کرتی ہے تو اس کے مقابلے پر آنے والی رد عملی طاقتوں میں سے ایک وہ ہوتی ہے جو رو در رو ہو کر اس سے ٹکر لیتی ہے اور قوت کی تلوار بے نیام کر کے آخروم تک مقابلہ کرتی ہے۔ مگر ایسے فاسد عناصر جو اخلاقی پستی کی وجہ سے بزدلی اور کینگی کی سطح پر گر چکے ہوتے ہیں وہ نفاق کی کمین لگا دیں بیچہ کر رہے ہیں انہیں انسانی کرنے میں لگ جاتے ہیں۔ بشرے کین بلکہ کی رو جھی حرکت پہلی نوعیت کی تھی، مگر مدینہ کے یہود اور ان کے ہم نواؤں نے دوسری پوزیشن اختیار کی۔

تحریک اسلامی اب چونکہ ایک ریاست کی صورت اختیار کر گئی تھی اور یہ ریاست سب کی آنکھوں کے سامنے نشوونما پارہی تھی اور ہر جہاں جانب سے بیدار دل اور متحرک اور عمل پسند افراد کو جن جن کر اپنے ساتھ لے رہی تھی، لہذا مخالف طاقت حسد اور احساس کبتی کے خوفناک ردِ عمل کا شکار ہوتی جا رہی تھی۔ مگر دلوں ہی دلوں میں جو ابال تھا اس کے لیے بہاؤ کا کوئی راستہ نہ تھا اور حالات پر اثر اندازی کی کوئی صورت ممکن نہ تھی۔ نظریہ اسلامی کے مقابلے میں یہود کے پاس کوئی معقول، سیدھا سا وہ، عوام کو اپیل کرنے والا اور حرکت پیدا کرنے والا تعمیر نظریہ نہ تھا۔ ان کے پاس کچھ بے جان اور کھوکھلے عقیدے تھے جو اٹا تاریخ کے بہاؤ کو روکنے والے اور انسانی فطرت میں جمود پیدا کر دینے والے تھے۔ ان کے پاس تحریک اسلامی کے پیدا کردہ اخلاقی کردار کے جواب میں برابر کی ٹکڑ کا اخلاقی کردار نہ تھا، بلکہ وہ کردار کے لحاظ سے انسانیت کے کم سے کم مطلوبہ معیار سے بھی گرسے ہوئے تھے اور کوئی محرک باقی نہ تھا جو ان کو اس پستی سے اٹھائے۔ انسانیت کی تعمیر نو کی قرآنی دعوت جو نیا انسان بنانے لائی تھی، یہودیت کا فرسودہ نمونہ انسانیت اس کے سامنے ٹٹرا ہونے کے قابل نہ تھا۔ یہود پگندہ کے میدان میں غلط فہمیوں اور شرارتوں کا نشانہ ہی گرد و غبار وہ اڑاتے پھرے، لیکن استدلال کے میدان میں وہ زک پر زک اٹھا رہے تھے۔ پھر وہ اپنے آپ کو چلبے کچھ سمجھتے رہیں، تاریخ کی طاقت مسلم تحریک کے ساتھ تھی اور واقعاتی پیکار گاہ میں یہود پر ہر ہر آن کاری ضربیں پڑ رہی تھیں۔ زمانہ ان کو پیچھے چھوڑ کر اسلامی نظریہ حیات کا جذبہ الہامی آگے ہی آگے بڑھا چلا جا رہا تھا۔ سیاسی لحاظ سے وہ چاہتے تھے کہ اسلامی انقلاب کی شہرگ کاٹ ڈالیں، لیکن حلیفانہ معاہدات نے ان کے ہاتھ باندھ رکھے تھے۔ اس واقعاتی نقشے میں مگر وہ اپنے آپ کو بے چارگی و بے بسی کے مقام پر پاتے۔ بے چارگی و بے بسی کے اس احساس نے ان کی سیرت کی بنیادی کمزوریوں کے ساتھ مل کر بزدلی کا رنگ اختیار کر لیا تھا۔ بے بسی اور بزدلی کے عالم میں آدمی کے اندر کام کرنے والے حربیانہ جذبات ہمیشہ حسد اور کینہ کی راہ سے اسے نفاق کی کمین گاہ تک لے جاتے ہیں۔ وہ مخالف پر سامنے سے وار کرنے کے بجائے پیچھے سے شجوں مار رہے۔ وہ کھلم کھلا ناخست و تاراج کے بجائے نقیب زدنی کی اسکیں بنانا ہے۔ یہود نے بھی اسی بزدلانہ موقف کا سنبھال لیا۔

”منافقین“ کے ذیل عنصر کے ظہور کے لیے واقعی صورت حال نے دو اسباب پیدا کر دیئے تھے۔ ایک تو وہی یہود اور ان کے ہم فوٹوں کا عاصدانہ انتقامی جذبہ برسر عمل تھا اور اس جذبے میں چونکہ براہ راست حملہ کرنے کی طاقت نہیں تھی، اس وجہ سے نفاق کا خفیہ محاذ برسر عمل آیا۔ دوسرا سبب یہ تھا کہ اسلام کی بڑھتی ہوئی طاقت کو دیکھ کر بہت سے لوگ اپنا مستقبل بنانے کے لیے اسی چور درونے سے اندر داخل ہونے لگے۔

اس چور دروازہ کا افتتاح بہر حال یہودی زمین نے کیا۔ ان کے اچھے اچھے سردار تھے جو اسلامی جماعت کی صفوں میں اپنے ہریفانہ جذبات کو اسلام کے بہروپ میں چھپائے ہوئے داخل ہونے لگے۔ بنی قینقاع میں سے نمایاں مرتبے کے حسب ذیل بزرگ پانچویں کالم کے طور پر دائرہ اسلام میں داخل ہوئے۔

۱) سعد بن حنیف (۲) زید بن لھیت (۳) نعمان بن اونئی ابن عمرو (۴) رافع بن خرمیلہ (۵) رفاعہ بن زید بن تابوت (۶) سلسلہ ابن برہام (۷) کنانہ ابن صوریہ۔

ان میں سے زید بن لھیت وہ شخص ہے جو بنی قینقاع کے بازار میں حضرت عمر سے نبرد آزما ہو گیا تھا۔ پھر ہی تھا جس نے رسول اللہ صلعم کی اوٹنی کے کھوجانے پر طعنہ دیا تھا کہ میںوں تو آسمانوں کی خبریں دیتے پھرتے ہیں لیکن اتنا پتا نہیں کہ اوٹنی اس وقت کہاں ہے؟ اس کے جواب میں حضور نے فرمایا تھا کہ ”بخدا میرا حال یہ ہے کہ میں بجز اس کے کچھ نہیں جانتا جو کچھ کہ اللہ تعالیٰ مجھے بتا دے۔ اور اب اللہ تعالیٰ نے مجھے اوٹنی کے بارے میں اطلاع دے دی ہے، سو وہ اس وادی میں ہے اور ایک درخت کے ساتھ اس کی باگ الجھ گئی ہے“ چنانچہ رفاعہ تلاش کو گئے تو بالکل یہی صورت واقعہ آنکھوں سے دیکھی۔ ان میں سے رافع بن خرمیلہ کا مقام نفاق اتنا بلند تھا کہ جس دن وہ مرا تو سرور عالم نے خود فرمایا کہ ”آج منافقین کے سرخیلوں میں سے ایک سرخیل مر گیا ہے“ ایسا ہی مقام رفاعہ بن زید بن تابوت کا تھا۔ چنانچہ غزوہ بنی عبدالمصطلق سے واپسی پر طوفان سر صراٹھا اور لوگ کچھ گھبرا گئے تو حضور نے تسلی دلائے ہوئے فرمایا کہ یہ طوفان منافقین کے ایک سرخیل کو کنفر کر دیا کہ پچھانے کے لیے متحرک ہوا ہے۔ لوگ عدنیہ پہنچے تو معلوم ہوا کہ رفاعہ کی روح اسی طوفان کی لہروں کے ساتھ پرواز کر چکی ہے۔

دلچسپ حقیقت یہ ہے کہ منافقین کی صفوں میں جتنے بھی لوگ شریک ہوئے، سب کے سب پختہ سال اور خوش حال لوگ تھے۔ ان کے سامنے مفاد تھے اور ان کے مزاج بالعموم غلط خیالات و جذبات کے سلجھے میں ڈھل کر پتھر کی طرح سخت ہو چکے تھے۔ نوجوان طاقت تھریک اسلام کے ساتھ تھی۔ ہر وہ تحقیق صرف ایک نوجوان پانچویں کالم میں ملتا ہے جس کا نام قیس ابن عمرو ابن سہل تھا۔

یہ گروپ اتنا ہی محدود نہ تھا، بلکہ درحقیقت یہ چند حضرات تو پانچویں کالم کے قائد اور سالار تھے۔ یہ اپنے حلقوں سے منافقین بھرتی بھی کیتے، اسلامی جماعت کے اندر سے کمزور افراد کو تلاش کر کے ان کو متاثر بھی کرتے اور ان کو استعمال میں لانے۔ شکوک و شبہات پھیلا کر اور مسلمانوں کی مجلسوں میں سنجیدہ معاملات میں استہزا و تضحیک کے پہلو پیدا کر کے فضا کو خراب کرنے کے درپے رہتے۔ مسجد میں جا کر تمام اہم گفتگوئیں سنتے اور پھر آ کر اپنی مجالس میں رپورٹ کرتے۔ راتوں کو سازشی مجالس میں بیٹھ کر شرارت کے نت نئے منصوبے بناتے اور نئے نئے طریقوں سے ان کو رو بہ عمل لاتے۔ یوں تو اپنے اندازہ اطوار کی وجہ سے نفاق کا پیدا کردہ یہ بے ڈھنگا کردار نبی اکرم اور مسلمانوں کی نگاہ میں پہچانا جاتا تھا اور ساتھ کے ساتھ ہر مرحلے پر وحی الہی کی روشنی ان کے خیالات، ان کی حرکات اور انکی کارروائیوں اور سازشوں بلکہ ان کے مجرمانہ ضمیر کی خاص خاص علامات کو نمایاں کرتی رہتی تھی۔ لیکن ایک موقع پر مسجد نبوی میں ان اکابرین نفاق کی حرکات حد برداشت سے باہر ہو گئیں۔ مجمع عام میں یہ ٹولی کی ٹولی بالکل الگ دھڑا بنی بیٹھی تھی اور اپنی جگہ الگ کھسر چھس کر رہی تھی۔ یہ منظر دیکھ کر سرورِ عالم نے ان کو مسجد سے نکل جانے کا حکم دیا۔ بعض بزرگ تو ایسے بیٹھے تھے کہ ان کو پا پہ دست دگر سے دست بدست دگر سے کی تلان سے رکالا گیا۔

لیکن ان سرخیلان نفاق کی خود اپنی مرکزی قیادت عبداللہ بن ابی کی ذات گرامی میں مرکز تھی۔ یہ شخص جو واقعہ انک میں فتنہ کی بارود کو فتنیہ دکھانے والا ہیرو تھا، اس کی رگدگ میں اسلامی انقلاب کے خلاف بغض و کینہ کا آتشیں لاوا بھرا پڑا تھا۔ اس لا علاج بغض و کینہ کی بنیاد کیا تھی، یہ اسید بن جھیر کی زبانی سینے جھوں نے غزوہ بنی عبدالمصطلق کے موقع پر عبداللہ بن ابی کی ایک شرانگیزی پر قصہ کرتے

ہوئے قائد انسانیت کی خدمت میں عرض کیا کہ:

”یا رسول اللہ! اس شخص (کے دکھی جذبات) کی رعایت فرمائیے۔ مدینہ میں جب آپ کا ورود ہوا تھا تو اس موقع پر ہم اس کو باہر شامت کی مسند پر بٹھانے کی پوری تیاریاں کر چکے تھے اور اس کے لیے تاج تیار ہو رہا تھا۔ آپ کی آمد سے اس کا بنا بنا یا کھیل بگڑ گیا۔ بچار اسی کی جین نکال رہا ہے۔“ (تفہیم القرآن - سورہ نورد کا دیباچہ)

جن لوگوں کے بنے بنائے کھیل کسی دعوت یا تحریک کے ہاتھوں بگڑ جاتے ہیں اور جن کے مفاد کی کندلیسے عالم میں ٹوٹتی ہے کہ سامنے دو چار ہی ہاتھ پر لب بام ہوتا ہے۔ وہ پھر اپنے سینے میں بس بھر ساری عمر بچ و تاب کھاتے رہتے ہیں۔ ایسے شکست خوردہ حریف کبھی معاف نہیں کیا کرتے! اسلام نے بارے میں یہی کیفیت تھی جس میں عبداللہ بن ابی اول روز سے مبتلا ہو گیا تھا اور مرتے دم تک اسی میں مبتلا رہا۔ اول اول اسلام نے آیاتا کہ اس نئی طاقت کے نظام کے اندر اپنی جذبہ بنا سکے اور پھر اس کے اندر سے قدم بہ قدم اوپر اٹھ کر قیادت و اقتدار کی چوٹی تک پہنچ سکے۔ لیکن اس نظام کے اندر سے توجہ بھی کوئی اُسنہ جاتا تھا وہ ایمان اور عمل کے بل پر طے ہو سکتا تھا۔ سو عبداللہ بن ابی کے لیے نفاق کے سوا کوئی دوسرا مقام نہ تھا۔ ابتداءً یہ نفاق مخفی رہا۔ لیکن ایک دن اچانک اس کے دل کا ناسور پھٹ پڑا اور گندہ متعفن مادہ بہنے لگا۔

ہوایا کہ حضور پاک سعد بن عبادہ کی بیبا پرسی کے لیے تشریف لے گئے۔ حضور گدھے پر سوار تھے اور اپنے پیچھے آپ نے اُسامہ بن زید بن حارثہ کو بٹھالیا۔ یہی اُسامہ بتاتے ہیں کہ راستہ میں ایک جگہ عبداللہ بن ابی مجلس جمائے بیٹھا تھا۔ اس کے گرد قبیلے کے لوگ حلقہ زن تھے۔ سرورِ عالم کا گذر ہوا تو اُسے بُرا لگا اور منہ پھیر لیا۔ حضور قریب پہنچے تو سلام کہا، پھر ذرا دیر کے لیے رُکے اور قرآن کا کچھ حصہ پڑھا اور خدا کی طرف دعوت دی۔ خدا کی یاد دلائی اور اس کے غضب سے ڈر دلا یا۔ اُسامہ کہتے ہیں کہ عبداللہ بن ابی دم ساڑھے بیٹھا رہا اور کوئی بات نہیں کی۔ لیکن جب حضور بات سے فارغ ہو کر

چلنے لگے تو بڑے گستاخانہ اور بازاری سے انداز میں منہ پھاڑ کے کہا کہ "اے فلاں!۔۔۔ بات کرنے کا تیرا یہ ڈھنگ ٹھیک نہیں"۔ اپنے گھر میں بیٹھ اور جو کوئی تیرے پاس جائے تو میں اس کو اپنی بات سنا دیا کرو"۔ اور جو کوئی تیرے پاس نہ جائے اسے تنگ نہ کیا کرو اور اس کے گھر میں آکر ایسی دعوت نہ سنا کہ جو اسے ناگوار ہو" دیکھئے ان الفاظ کو، پرکھیے اس انداز بیان کو! لفظ لفظ زہر میں بچھا ہوا ہے اور حرف حرف سے شرانداٹھ رہی ہے کتنے دل چھیدنے والے بول ہیں، کیسے اشتعال دلانے والے جذبات ہیں۔

درحقیقت یہ عبداللہ بن ابی نہیں بول رہا تھا، یہ جاہلیت کا ٹٹا ہوا دور تھا جو آنے والے دورِ ایمان و عاقبت کے خلاف دل کی بھڑاس نکال رہا تھا۔

اور حضورؐ نے اپنے مقام کی بلندیوں سے پستی کی اس بڑبڑاہٹ کو سنا۔ اس کیریم انفس مستی کو غصہ کی بجائے اغلبا رحم ہی آیا ہو گا۔

مجلس میں عبداللہ بن رواحہ بھی موجود تھے جو مسلم پارٹی کے رکن تھے۔ ان کی غیرت نے اپنا فرض ادا کیا اور انہوں نے منافق اعظم کو تنگ کر جواب دیا کہ حضورؐ کیوں نہ آئیں، ہم آپؐ کو چاہتے ہیں۔ آپؐ ہمارے گھروں اور ہماری مجلسوں میں آئیں گے، ہم آپؐ سے محبت کرتے ہیں اور آپؐ ہی کے وسیلے سے اللہ تعالیٰ نے ہمیں سرملندی عطا فرمائی ہے اور آپؐ ہی کے ذریعے سے ہدایت عطا کی ہے۔ اس تجربے سے گزرنے کے بعد قائد انسانیت سعد بن عبادہ کے ہاں پہنچے۔ انہوں نے چہرہ کا ایک خاص رنگ دیکھ کر استفسار کیا۔ آپؐ نے واقعہ بیان کیا۔ سعد نے بھی وہی واقعاتی پس منظر بیان کیا کہ اللہ تعالیٰ آپؐ کو مدینہ لے آیا، وہ نہ ہم اس کے لیے تاج تیار کر رہے تھے۔ آپؐ نے تو آکر اس کی بادشاہت کا خواب درہم برہم کر دیا ہے۔ مدعا یہ تھا کہ اس کا یہ رد عمل قدرتی ہے اسے کچھ اہمیت نہ دینی چاہیے۔

یہ شخص نفاق کے پورے ڈرنے کا مرکزی ہیرو بن کر تاریخ کے اسٹیج پر کام کرتا رہا؛ سب سے آگے رہتا، اس کے پیچھے پیچھے موٹے موٹے یہودی بزرگ تھے، ان کے پیچھے شعوری طور پر نفاق کا کھیل

کھیلنے والے عوام تھے۔ ان کے پیچھے ادھ کچرے اور تھڑے مسلمان تھے اور سب سے آخر میں جاہل اور ناسمجھ بدوی تھے۔ تحریک اسلامی کے خلاف جو بھی تو عملی حرکت نمودار ہوتی تھی اس میں درجہ بدرجہ ان مختلف عناصر کا حصہ ہوتا تھا۔

مدینہ میں مسلم جماعت جن جن مخالفتوں اور فراخمتوں سے دوچار ہوئی اور سرورِ عالم کو جن جن شرارتوں کے طوفانی ریلوں کا سامنا کرنا پڑا ان سب میں یہود کے زیر اثر نفاق کی اس فاسد طاقت کا بڑا بھاری پارٹ شامل رہا ہے۔ کمانڈر گرچہ سارے محاذِ مخالفت پر یہود کی رہی، لیکن جتنے بڑے منفی فتنے محسنِ انسانیت کا راستہ روکنے کے لیے اٹھے ان میں عملاً بہت بڑا حصہ مرلیضیانِ نفاق کا تھا جو یہود کے آلہ کار بن کر کام کرتے رہے۔

### (بقیہ تزکیہ نفس)

کہ اس وقت تم کیا کرو گے جب تمہیں ایسے لوگوں کے اندر زندگی گزارنی پڑے گی جو بالکل چھوک کی مانند ہونگے، نہ ان کے اندر عہد کا کوئی احساس ہوگا نہ امانت کا اور ان کے اندر جھگڑے اور اختلافات برپا ہو جائیں گے جس کے سبب سے وہ اس طرح (ہاتھ کے اشارہ سے اپنے سمجھایا) ہو جائیں گے؛ عبداللہ بن عمرو نے پوچھا ایسے حالات کے لیے آپ مجھے کیا حکم دیتے ہیں؟ آپ نے فرمایا جب ایسے حالات پیدا ہو جائیں تو جو معروف ہے اس پر عمل کرو اور جو منکر ہے اس سے بچو، اپنی ذات کی فکر کرو اور عوام کو ان کے حال پر چھوڑو (ترمذی)

اس مضمون کی متعدد حدیثیں ہیں جن میں یہی بات اجمال اور تفصیل کے مختلف اسلوبوں سے بیان ہوئی ہے۔ ان سے صاف واضح ہوتا ہے کہ آدمی کو عوام کی اصلاح سے بے تعلق ہونے کی اجازت صرف اس صورت میں ہے جب وہ یہ فیصلہ کرنے پر مجبور ہو جائے کہ اب لوگوں کے اندر کوئی اچھی بات سننے اور قبول کرنے کی سرے سے کوئی صلاحیت باقی ہی نہیں رہ گئی ہے اور ان کو بانے کی کوشش میں اندیشہ ہے کہ کہیں وہ خود اپنے آپ کو نہ کھو بیٹھے اور پر والی حدیث میں حوالہ کا لفظ استعمال ہوا ہے جو چھوک، چھلکے، جھجوسی اور ایسی رومی چیز کے لیے استعمال ہوتا ہے جس سے اب کچھ حاصل ہونے کی توقع نہ ہو یعنی لوگ بالکل ہی بے جان اور بے سوج ہو کر رہ گئے ہوں۔ (باقی)